# کتاب کافی کی ایک حدیث مُبارک کا حل

خطیب اعظم کلیم اہلبیت علامہ سید سبط حسن نقوی صاحب قبلہ فاطرؔ جائسی

علی بن ابراھیم عن محمد بن عیسیٰ عن بعض اصحابنا عن ابی الحسن علیہ السلام موسیٰ قال ان اللہ عزوجل غضب علی الشیعۃ فخیرنی نفسی اوھم فوقیتھم واللہ بنفسی۔

علی بن ابراہیم نے محمد بن عیسیٰؒ اور اُنہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور بعض اصحاب نے امام موسیٰؑ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ''خدا شیعوں پر غضبناک ہوا۔ اُس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تم رہو یا وہ رہیں تو خدا کی قسم میں نے اپنے نفس کے لئے موت گوارا کی اور اُنہیں بچالیا۔

متن حدیث میں غضبناک ہونے کا ذکر ہے، لیکن اُس وجہ کا ذکر نہیں ہے جس کے لئے خدا غضبناک ہوا (۲) غضبناک ہونا بتاتا ہے کہ شیعوں سے خلاف مرضی جناب باری سے کوئی بات ہوئی اور یہ ممکن ہے کیونکہ شیعہ معصوم نہیں ہیں (۳) وجہ غضب شیعیت نہیں ہوسکتی اور تعبیر غضب علی الشیعہ بتاتی ہے کہ یہ بات پہلی نہ تھی اور اگر شیعیت خود ایک گناہ فرض کی جائے تو خلیل بھی العیاذ باللہ مجرم ہونگے و ان من شیعتہ لا براھیم اور اگر صرف شیعیان اہلبیت ہی مجرم قرار پائیں جیسا کہ اہل سنت کا دل چاہتا ہے، تو امامؑ کا اپنی جان دیکر اُنکا بچانا کیا معنی رکھے گا (۴) غضب کا تحقق موت سے نہ ہوگا ورنہ موت امامؑ بھی معاذ اللہ اسی غضب کی حصہ دار ہوگی، اور معلوم ہے کہ معصوؑم غیر مغضوب ہے۔ ان جملوں کو بیان کر کے ہم حدیث مبارک کو یوں حل کئے دیتے ہیں کہ اہل نظر کے سامنے سے پردہ ہٹ جائے، و ھو ھذا:

جب خداوند عالم کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے تو اسکی قدر کرنا اُس کا شکریہ ہے، اور کفران نعمت اُس کی ناقدری کا نام ہے۔ یہ میرا مقولہ نہیں ہے بلکہ خدائے عزیز کے کلام کا مفاد ہے۔

لئن شکرتم لا زیدنکم و لئن کفرتم انّ عذابی لشدید

''اگر تم میری نعمتوں کی شکر گزاری کروگے تو میں اُن میں تمہارے لئے اضافہ کروں گا اور اگر تم میری نعمت کا کفران کروگے تو میرا عذاب شدید ہے''۔

اِس آیت میں اس وعدہ ووعید سے کوئی فرقہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ بلکہ جو ایسا کرے گا وہ اس کی جزا یا سزا پائے گا۔ وجود امام چونکہ ایک بڑی نعمت ہے لہٰذا اُسکا حفظ اور اُس کی اطاعت وغیرہ تمام باتیں اس کے وجود کے شکریہ میں محسوب ہیں اس کا ترک موجب کفران نعمت ہوگا، اور یہی وقت توجہ غضب کا معین ہے کیونکہ ناشکری موجب سلب نعمت ہے اور سلب نعمت ہی نتیجہ غضب ہے۔ چونکہ وہ لوگ جو دوستی کا دم بھرتے تھے انہوں نے احکام امامؑ کی اطاعت نہ کی۔ حضرت نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ میری امامت کو شایع نہ کرنا ورنہ خلفائے جور کے ہاتھوں میرے قتل کا سامان ہوگا۔ لیکن شیعوں نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ اس معاملہ پر ہارون رشید آپ کے قتل پر آمادہ ہوگیا اِس نافرمانی اور عدم اطاعت کی وجہ سے خدا غضبناک ہوا اور اُسنے شیعوں سے سلب نعمت کا فیصلہ کردیا چونکہ سلب نعمت دوطرح ہوسکتا ہے یا تو نعمت ہی نہ رہے، یا جن پر نعمت ہے وہ نہ رہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ مجھے خدا نے

اختیار دیا کہ یاتم رہو یا وہ رہیں''۔مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کے احکام دوصورتوں سے میرے پیش نظر ہیں یا تو میں اپنے تمام دوستوں کو لیکر ہارون رشید سے جہاد کروں اور اُن کو قتل کروادوں یا صورت حال پر صبر کروں یہاں تک کہ میری موت آ پہنچے۔فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کو بچادیا کیونکہ میں نے اُن کو دشمن سے جہاد کرنے کی دعوت نہیں دی اور خود وہ اسیری گوارا کرلی جس کا نتیجہ موت تھی۔اس ترجیح کی وجہ غالباً آپ کی نظر میں وہ شوق موت تھا جو اولیائے خدا کو ہوا کرتا ہے، کیونکہ موت اُن کے لئے لقائے جناب احدیت کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ جناب رسالتمآبؐ اس وقت جب آپ کو اختیار دیا گیا کہ چاہے آپ دنیا میں رہیں یا لقائے خدا کو اختیار کریں فرمایا کہ **الرفیق الاعلی الرفیق الاعلی** جس سے حضرت عائشہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔چونکہ امامؑ انہیں کی حقیقی نسل تھے لہٰذا وہی جذبات لقائے خدا جو اصل میں تھے فرع میں بھی نظر آتے تھے نیز شیعوں پر شفقت کا مقتضیٰ بھی یہی تھا کہ اُن کی نسلیں منقطع نہ ہوجائیں اور وہ صلحا و اتقیا و ابرار جو اُن کے پشت میں ہیں، اُن کو دنیا میں آنے کا موقع ملے۔

یہ وہ حل حدیث تھا جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا لیکن مجھے بہت تعجب ہے کہ جو لوگ فقہ و حدیث سے کسی قسم کا ارتباط نہیں رکھتے وہ کیوں اپنی نافہمی کو طشت از بام کرنا چاہتے ہیں۔ کرم حسین صاحب کوئی مدعی علم ہیں جنکا علمی نشوونما اخبار الفقیہ امرتسر مورخہ ۵؍جنوری ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۹ پر نظر آیا۔آپ اس میں رقمطراز ہیں یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ نصاریٰ کے اعتقاد میں جناب مسیح علیہ السلام نے عیسائیوں کے گناہوں کے کفارہ میں اپنی جان دے دی۔''کرے کوئی بھرے کوئی'' یہ تو دماغ کی غلطی ہے اور جہالت کا ثمر ہے ورنہ اُس مضمون کو اعتقاد نصاریٰ سے کیا تعلق ہے اور تحسیر جو کلام امامؑ میں مذکور ہے وہ کفارہ مراد نہ ہونے کی اعلیٰ شاہد ہے لیکن آپ میں یہ مادۂ فہم کہاں جو ان باتوں کی جانب التفات فرمائیں۔ ہاں آپ اپنے مفسروں سے پوچھیئے کہ اُنہوں نے آیۂ **لک لیغفر اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتاخر** میں بیان کیا ہے کہ امت کے گناہان گذشتہ و آیندہ رسولؐ کے سر رکھے گئے پھر وہ رسولؐ کے لئے بخش دئے گئے۔ یہ مقام ہے جہاں آپ فرماسکتے ہیں کہ اعتقاد نصاریٰ کی بو آتی ہے کیونکہ اب اُمت جو چاہے کرے وہ سب رسولؐ کے سر ہے''کرے کوئی بھرے کوئی۔'' باین نافہمی مطلب کا تب مضمون نے لطیفہ سنجی کی بھی داد دی ہے اور بنائے فاسد پر دو لطیفوں کی عمارتیں قائم کی ہیں۔اول یہ کہ شیعوں کی ایسی حالت تھی کہ اگرچہ دنیا میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین بھی موجود تھے مگر خدا کا غضب شیعوں پر ہی نازل ہونے والا تھا۔'' نہ معلوم نازل ہونے والا یہ کس جملہ کے معنی ہیں مگر جب ایسی تحریفات کی عادت ہو تو کہاں جاسکتی ہے۔ یہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ سورہ حمد کبھی نماز میں نہیں پڑھتے ورنہ سب مفسرین نے کلمہ مغضوب وضالین میں یہود و نصاریٰ کو مراد لیا ہے، پھر جب ان کا مغضوب ہونا بتصریح قرآن سے ثابت ہے تو آپ کی طرفداری جو یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے وہ آپ کو یا اُن کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ایک بات اور بھی آپ کی علمی حالت پر روشنی ڈالتی ہے وہ یہ کہ اگر شیعوں پر خدا کسی معصیت کے جہت سے غضبناک ہو تو اُسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی کسی موجودہ اُمت پر وہ غضبناک نہ ہوگا جب ہی تو یہ لطیفہ صحیح ہوسکتا ہے ورنہ معلوم ہے کہ ایک شے کے لئے کسی چیز کا ثبوت دوسری چیز سے اسکی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

برین عقل و دانش بباید گریست

جہاں خدا قرآن میں اصحاب نبی کو پیٹھ پھیر کے بھاگنے کی پاداش میں مژدۂ غضب دے رہا ہے اور آیت کے الفاظ یہ ہیں:

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۷ پر۔۔۔۔۔۔)

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۵ کا۔۔۔۔۔۔۔۔)

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا لَقِیتُمُ الَّذِینَ کَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ وَمَن یُوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَیِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیرُ"

(سورہ انفال پارۂ نہم آیت نمبر ۱۵و۱۶)

کیا کرم حسین صاحب یہاں اپنا یہ لطیفہ پیش فرما سکتے ہیں کہ دنیا میں یہود ونصاریٰ ومشرکین سب ہی موجود ہیں۔ یہ بیچارے بودے بھاگنے والے جو اصحاب نبیؐ کہے جاتے ہیں اور صحابہ کبار بھی اس میں شامل ہیں انہیں کی جان پر غضب توڑا جاتا ہے۔ اور یہی لوگ جہنمی بتائے جاتے ہیں اور کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ جب نبیؐ کے سامنے وہ ایسے تھے تو نبیؐ کے بعد اُن کی کیا حالت ہوگی اور کیا ہم کرم حسین صاحب سے اجازت لے کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب سرداروں کی یہ حالت تھی تو پیرواُن کے کس حال میں ہوں گے، مگر غالباً وہ ہمیں ان باتوں کے کہنے کی اجازت نہ دیں گے۔ دوسرا لطیفہ یہ تھا کہ "ان کے گناہوں کو امام کی جان عزیز سے کیا تعلق" یہ کس نے کہا تھا کہ کوئی تعلق ہے۔ حل حدیث کو دیکھو اور سمجھو آپ کے سمجھ کی دُنیا ذمّہ دار نہیں ہوسکتی۔

(ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ، ماہ جنوری ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۳ تا ۲۷)

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۴ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

ان کے بازوؤں کا ٹوٹنا اور ان کا گرفتار کیا جانا اور پھر شہید ہونا۔ یہ سب نافعؒ کے حالات سے ماخوذ ہے۔ مگر صاحب ناسخ کی مورخانہ نگاہ کو ان میں سے کسی امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔

علامہؒ مامغانی کے قلم سے عجیب طرح کی غلطی ہوئی ہے، انہوں نے نافعؒ بن ہلال کے حال میں پانی لانے کے واقعہ کے تذکرہ میں لکھا ہے [1]:-

"کان فی حملته تلک طعنه من اصحاب عمر بن سعد طعنة ظنّ هلال انها لیست بشیئی ثم انها انتقضت بعد ذلک فمات منها وروی انه اخذاسیرا الی عمر بن سعد فقتل شمر و علی التقدیرین هو من المستشهدین مع الحسینؑ۔"

"اسی حملہ میں نافعؒ کو عمر سعد کی فوج کے ایک شخص نے نیزہ لگایا جسے ہلال نے کوئی اہمیت نہیں دی لیکن اسی زخم میں پھر طول ہوا اور ان کا اس سے انتقال ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لے جایا گیا اور شمر نے ان کو قتل کیا۔ بہر حال وہ امامؑ کی ہمراہی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں۔"

یہ تاریخ کی عبارت سمجھنے میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اُس حملہ میں نافعؒ کو عمر سعد کی فوج کے کسی شخص نے نیزہ نہیں لگایا تھا بلکہ نافعؒ نے ایک شخص کو نیزہ لگایا اور وہ اس زخم کو کوئی چیز نہیں سمجھا پھر وہی زخم اس کے لئے سبب ہلاکت ثابت ہوا۔ نافعؒ کو اس موقع پر کوئی زخم نہیں آیا تھا۔ وہ اس کے بعد جنگ کر کے زخمی ہوئے ہیں اور گرفتار ہوئے ہیں اور پھر شمر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں۔



(۱) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۲۶۶